REGD No. L. 5254

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ
عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ
الفضل
ربوہ

خطبہ نمبر ۵۳
فی پرچہ ۱/-

یوم یک شنبہ — ۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۵ھ

جلد ۴۴/۹ | ۱۸ فتح ۱۳۳۴ ہش | ۱۸ دسمبر سنہ ۱۹۵۵ء | نمبر ۲۹۵

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق اطلاع

ربوہ ۱۷ دسمبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آج صبح صحت کے متعلق دریافت کرنے پر فرمایا۔

"صحت اچھی ہے" الحمد للہ

احباب حضور کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۷ دسمبر۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو رات سانس اور گلے میں چونگ کی تکلیف رہی۔ نیز اعصابی بے چینی بھی ابھی چل رہی ہے۔ احباب کرام حضرت میاں صاحب موصوف کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

سیدہ ام مظفر احمد صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کے متعلق لاہور سے بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ابھی حالت پہلے جیسی ہی ہے۔ احباب التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

لاہور (بذریعہ تار) مکرم مولوی رحمت علی صاحب کا Back Abscess کا اپریشن کامیابی کے ساتھ ہوگیا ہے۔ طاقت بحال ہونے پر گردے کا بڑا اپریشن ہوگا۔ احباب صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

روسی لیڈروں کے بیانات پر ایرانی پارلیمنٹ میں شدید نکتہ چینی

یہ بیانات اقوام متحدہ کی قراردادوں کے منافی ہیں اور ان سے عالمی امن پر برا اثر پڑتا ہے

تہران ۱۷ دسمبر۔ کشمیر اور معاہدہ بغداد کے متعلق روسی لیڈروں نے جو بیانات دیئے تھے۔ جمعرات کو ایرانی پارلیمنٹ میں ان پر شدید نکتہ چینی کی گئی۔ پارلیمنٹ کے ایک رکن ڈاکٹر دینا نے کہا یہ بیانات اقوام متحدہ کی قراردادوں کے منافی ہیں۔ اور ان سے عالمی امن اور معاہدہ بغداد پر برا اثر پڑتا ہے۔ انہوں نے کہا معاہدہ بغداد کا مقصد کسی کو نقصان پہنچانا نہیں ہے۔ بلکہ محض اپنی حفاظت کے پیش نظر یہ معاہدہ کیا گیا ہے۔ ایران نے اس میں شمولیت اختیار کرکے اقوام متحدہ کے طے شدہ اصولوں کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کی۔ بلکہ اس کا یہ اقدام اقوام متحدہ کے منشور اور اس کے مقاصد کے عین مطابق ہے۔ ڈاکٹر دینا نے کہا کمزور قوموں کا جنگ سے بچے رہنے کے لئے جدید ہتھیاروں سے لیس ہونا ضروری ہے۔ ایران ایک کمزور ملک ہے اور پاکستان بھی تنہا ہے۔ ان حالات میں دونوں کی کسی نہ کسی دفاعی سمجھوتہ میں شمولیت ضروری تھی۔ ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے معاہدہ بغداد پر جو نکتہ چینی کی ہے ڈاکٹر دینا نے اس کا بھی ذکر کیا۔ اور کہا مسٹر نہرو کو معاہدہ بغداد کے خلاف بیانات دینے کا کوئی حق نہیں۔ جبکہ کشمیر کے بارے میں ان کا اپنا طرز عمل سخت قابل اعتراض ہے۔ ایک طرف ہندوستان کشمیر پر قابض رہنا چاہتا ہے۔ اور دوسری طرف اسے یہ گوارا نہیں کہ دوسرے ممالک خود حفاظتی کے پیش نظر آپس میں کوئی دفاعی سمجھوتہ کریں۔ اسی طرح پارلیمنٹ کے ایک اور رکن آقائے تیمور تاش نے بھی بھارتی وزیر اعظم کے بیان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کشمیر کے متعلق پاکستان کے موقف کی پرزور حمایت کی۔

ظاہر شاہ کو روس آنے کی دعوت

کابل ۱۷ دسمبر۔ روس کے وزیر اعظم مارشل بلگانن نے جو آج کل افغانستان کے دورے پر کابل آئے ہوئے ہیں افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ کو روس آنے کی دعوت دی ہے۔

لائلپور سٹی جیمخانہ اور ربوہ کرکٹ کلب کے درمیان ایک روزہ میچ

ربوہ ۱۷ دسمبر۔ کل یہاں لائلپور سٹی جیمخانہ اور ربوہ کرکٹ کلب کے درمیان ایک روزہ میچ ہوا۔ لائلپور جیمخانہ نے ۱۳۰ اور ربوہ کرکٹ کلب نے ۹۹ رنز کئے۔ بیٹنگ اور بولنگ میں ربوہ کا پلہ بھاری تھا۔ ربوہ کے مبشر احمد صاحب اختر نے صرف دس رنز دیکر ۸ وکٹیں لیں۔ ربوہ کی طرف سے سب سے زیادہ سکور صاحبزادہ مرزا انور احمد کا رہا۔ انہوں نے ۳۸ رنز کئے۔ بیٹنگ میں حسن محمد خان عارف دوسرے نمبر پر رہے۔ کھیل ختم ہونے تک انہوں نے ۱۹ رنز کئے تھیں اور ابھی وہ آؤٹ نہیں ہوئے تھے۔

شام کے صدر نے پاکستان آنے کی دعوت منظور کر لی

پاکستان اور شام کے درمیان آج ایک تجارتی معاہدے پر دستخط ہو رہے ہیں

کراچی ۱۷ دسمبر۔ شام کا جو تجارتی وفد پاکستان آیا ہوا ہے۔ اس کے لیڈر نے کل یہاں بتایا کہ شام کے صدر نے پاکستان آنے کی دعوت منظور کر لی ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ شام اور پاکستان کے درمیان آج رات ایک تجارتی معاہدے پر دستخط ہوں گے۔ انہوں نے کہا۔ اس وقت دونوں ملکوں کے درمیان زیادہ تجارت نہیں ہوتی۔ لیکن باقاعدہ سمجھوتہ ہو جانے سے دونوں کی باہمی تجارت میں اضافہ ہو جائے گا۔ جس سے دونوں ملکوں کے تعلقات کو اور زیادہ مستحکم کرنے میں مدد ملے گی۔ شام کا یہ تجارتی وفد جو پانچ ارکان پر مشتمل ہے پاکستان میں ایک ہفتہ قیام کرے گا۔ وفد کے ارکان دو روز کے لئے لاہور بھی آئیں گے۔

اردن میں زبردست بلووں کے بعد ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا

عمان ۱۷ دسمبر۔ اردن میں زبردست بلووں کے بعد ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ ان بلووں میں ۴۰ آدمی ہلاک ہوئے ہیں۔ پولیس مختلف شہروں میں ایک ہزار تین سو مظاہرین کو گرفتار کر چکی ہے۔ یہ مظاہرے معاہدۂ بغداد میں اردن کی شمولیت سے متعلق مبینہ منصوبے کے خلاف کئے گئے تھے۔ المفتی کی کابینہ کے مستعفی ہونے کے بعد اردن میں المجالی کابینہ نے برسر اقتدار آ کر یہ حکومت بنائی تھی۔

مالٹا کو برطانیہ کا حصہ قرار دینے کی سفارش

لنڈن ۱۷ دسمبر۔ مالٹا کے مستقبل کے متعلق جو راؤنڈ ٹیبل کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس کی رپورٹ شائع کر دی گئی ہے۔ رپورٹ میں مالٹا کو نوآبادی کا درجہ دینے کا مطالبہ نامنظور کر دیا گیا ہے۔ وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ دفاعی امور کی بنا پر اس مطالبہ کو منظور نہیں کیا جا سکتا۔ برخلاف اس کے رپورٹ میں سفارش کی گئی ہے کہ مالٹا کو برطانیہ کا حصہ بنا دیا جائے۔ اور اسے باقاعدہ برطانوی پارلیمنٹ میں نمائندگی دی جائے۔

عراق میں نوری السعید نئی کابینہ بنائیں گے

بغداد ۱۷ دسمبر۔ عراق کے وزیر اعظم نوری السعید نے بر سول شاہ فیصل کو اپنی کابینہ کا استعفیٰ پیش کر دیا تھا۔ اب وہ نئی کابینہ بنائیں گے۔ ان کے مستعفی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کابینہ کو اور زیادہ مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ خیال ہے کہ وہ آج نئی کابینہ بنالیں گے۔

ایڈیٹر۔ روشن دین تنویر بی۔اے ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں طبع کرا کر دفتر الفضل سے شائع کی

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۸ اردسمبر ۵۵ء

لادینیت کے خلاف جہاد

(۲)

جمیعۃ العلمائے پاکستان کی سالانہ کانفرنس میں ۱۰ اردسمبر کے اجلاس میں مولانا ابوالحسنات محمد احمد صاحب قادری نے جو خطبہ صدارت فرمایا۔ اس کے کچھ اقتباسات دے کر ہم نے اہل علم حضرات کی توجہ قرآن کریم کے عظیم الشان اصول لا اکراہ فی الدین کی طرف کل کے الفضل میں دلائی ہے۔ اور آخر میں درخواست کی ہے۔ کہ ہمارے اہل علم حضرات کو اندرونی فروعی اختلافات کو فتنے قرار دے کر ان کے انسداد کے لئے رجوع ہونے کی بجائے عالمگیر جہاد کے لئے ایکا کرنا چاہیئے۔ اور اس وقت جو لادینیت کی جڑیں مغربی ممالک نے استوار کر رکھی ہیں۔ ان پر کلہاڑا چلانا چاہیئے۔ نہ کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھنے والوں کے ساتھ ہنگامہ آرائی کر کے اپنے ہی ملک میں فساد فی الارض کے دروازے کھولے جائیں۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ تبلیغ اسلام کا میدان ابھی تک بالکل خالی پڑا ہے۔ اور چند نفوس کے سوا اس میدان کارزار میں کوئی اہل علم حضرات میں سے نہیں نکلا۔ مولانا ابوالحسنات نے اپنے خطبہ صدارت کے آغاز میں فرمایا ہے:-

"عصور ماضیہ و قرون سابقہ کے مسلمانوں کی حالت پر جب اچٹتی نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں صاف نظر آتا ہے۔ اور ہر ایک سچا انسان یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ کہ ان کی پاک ہستیاں اسلام کا نقشہ اور احکام دین کی تصویریں تھیں۔ طبیعت و مزاج۔ خصائل و عادات۔ اوضاع و اطوار ہر شعبۂ زندگی میں وہ شریعت اسلامیہ کا پیکر معلوم ہوتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اتباع شریعت و پابندی دین ملت کی برکت نے ان ازمنہ میں مسلمانوں کو دینی و دنیوی برکات سے مالامال کیا۔ اور دنیا کی سربلند قوموں کی گردنیں ان کے حضور خم کیں۔ جہاں کے گردن فرازوں سے ان کا اقبال تسلیم کرایا۔ دیانت و امانت۔ سچائی و راستبازی اور نیکوکاری کا معتقد بنایا۔ کسی شخص کے نیک۔ پارسا۔ متقی۔ صادق القول دیانتدار ہونے کے لئے اس کا مسلمان ہونا معتبر سند تھی۔ جس کو مخالف قومیں بے چون و چرا مان لیا کرتی تھیں۔ لیکن زمانہ کا رخ پلٹا۔ مسلمان کہاں سے کہاں پہنچے۔ کس اوج سے گرے۔ کس پستی میں آئے" (روزنامہ نوائے پاکستان لاہور ۱۲ اردسمبر ۵۵ء)

اگر اشاعت اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ عصور ماضیہ اور قرون سابقہ کے مسلمانوں کو جو دینی عروج حاصل ہوا تھا۔ اور اسلام کا وقار جو ان عصور و قرون میں قائم ہوا تھا۔ وہ ان اہل علم حضرات کی وجہ سے ہوا تھا۔ جنہوں نے درویش بن کر اپنے وطنوں اپنے مالوں اور اپنی ہر ایک چیز کی قربانی کی تھی۔ اور محض تقویٰ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔ ان کے ساتھ نہ قانون تھا۔ نہ تلوار تھی۔ نہ کوئی اور سامان۔ وہ قرآن کریم کی آیات سینوں میں اور زبانوں پر لے کر تن تنہا نکلتے تھے اور جس جگہ بیٹھتے تھے۔ اس کو اسلامی اخلاق اور تعلیم کا مرکز نور بنا کر رکھ دیتے تھے۔

بظاہر ان درویشوں کی موجودہ معنی میں کوئی تنظیم نہ تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک باطنی تنظیم کے ساتھ کام کرتے تھے۔ وہ اپنے مرشد کے کہنے پر ہر قسم کے آرام و آسائش کو خیرباد کہہ کر بیوی بچوں کو مال و زر کو وطن کی سہولتوں کو الغرض ہر چیز کو جو انسان کو زندگی میں ضروری ہوتی ہے۔ چھوڑ چھاڑ کر اپنے مرشد کے ارشاد پر چین اور سپین تک پہنچ جاتے تھے۔ ان کے پاس نہ روپیہ ہوتا تھا۔ نہ کوئی اور سامان۔ اپنے شہر لاہور کے حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے حالات کا ہی مطالعہ فرمائیں۔ وہ کس تنظیم کے ماتحت یہاں آئے۔ صرف مرشد کا ایک اشارہ تھا۔ ایک روحانی دباؤ تھا۔ جو انہیں اس کفرستان میں لے آیا۔ اور جو گلستانِ اسلام انہوں نے یہاں لگایا ہے۔ اس کے پھولوں کی بوباس سے اس بستی میں ہزاروں خدارسیدہ اسلام پر فدا ہونے والے انسانوں کے دماغ معطر ہوئے۔ اور اب تک ان کا فیض جاری ہے۔ اور رہتی دنیا تک انشاءاللہ جاری رہے گا۔

اہل علم حضرات میں اس زمانہ میں بھی عقائد کے اختلافات تھے۔ مگر ان باخدا انسانوں نے اپنے تئیں ان میں نہیں الجھایا۔ بلکہ صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اسلام کی جڑیں اس زمین میں مضبوط کر دیں۔

آج اس سے بھی بڑا کفرستان ہمارے سامنے ہے۔ مگر ہمارے اہل علم حضرات اپنے ہی وطنوں اپنے ہی بھائیوں سے عقائدی جنگ لڑنے کو انسداد فتنہ سمجھ کر دانستہ یا نادانستہ اپنے ہی وطنوں کو فساد فی الارض کا میدان بنانے کے لئے ہمہ تن مصروف ہیں۔

عرض ہے کہ کیا چند منکرین حدیث کو چند دیگر آپ سے عقائدی اختلاف رکھنے والے مسلمانوں کو مٹانے میں اپنی تمام طاقتیں صرف کر دینا اس سے بہتر ہے کہ اپنی قوتوں کو سمیٹ کر اس بڑے کفرستان کو فتح کرنے کے لئے نکلیں۔ جو ہمارے چاروں طرف مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل رہا ہے۔ اگر آپ کو نظر نہیں آرہا۔ تو آیئے اخبار "دعوت" دہلی کے الفاظ میں اس کا تھوڑا سا نقشہ دیکھ لیجیئے۔ شاید ہمارے اہل علم حضرات کی آنکھیں کھولنے کے لئے یہ کافی ہو۔ ذیل میں ہم نوائے پاکستان سے دعوت دہلی کا نوٹ بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔

"پاکستان کے مختلف حصوں میں عیسائی مشنریوں نے اپنے باقاعدہ اڈے قائم کر کے ایک ہمہ گیر مہم کا آغاز کر دیا ہے۔ جگہ جگہ اسکول جاری کر دیئے گئے ہیں۔ اور مختلف مقامات پر کتب خانے اور دارالمطالعے کھول دیئے گئے ہیں۔ اور یہ صورت حال صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ اس وقت عیسائی مشنریوں کا پوری دنیا میں ایک جال بچھا دیا گیا ہے۔ عیسائی اپنی مذہبی تبلیغ کے سلسلہ میں کیا سرگرمیاں دکھا رہے ہیں۔ مغربی جرائد میں ان کی جو تفاصیل شائع ہوئی ہیں وہ یہ ہیں۔

امریکہ: "ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کرسمس پر عیسائی ممالک میں تیرہ کروڑ بیالیس ہزار چار سو اکانوے دستی تبلیغی اشتہارات تقسیم کئے گئے۔

— دو کروڑ باون ہزار سات سو تبلیغی پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ دو کروڑ ستاسی ہزار بڑے پوسٹر ہوائی جہاز سے پھینکے گئے۔ اور دیواروں پر چسپاں کئے گئے۔ ایک کروڑ چھوٹی انجیلوں کے نسخے تقسیم کئے گئے۔ دس لاکھ مکمل بائیبل تقسیم کی گئی۔ دو ہزار تین سو اٹھاون عیسائی مبلغوں نے چھ ہزار تبلیغی لیکچر دیئے۔

برطانیہ۔ فرانس اور جرمنی: نے ایک کروڑ مذہبی رسائل اور کتابچے تقسیم کئے۔ آٹھ کروڑ چھ سو اکیس تبلیغی اشتہار بانٹے۔ پانچ لاکھ چھوٹی بڑی انجیلیں تقسیم کیں۔ دس لاکھ بڑے بڑے پوسٹر دیواروں پر چسپاں کئے۔

اور یہ بات صرف یہیں تک محدود نہیں رہتی۔ بلکہ ان لوگوں نے مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے وظیفوں کی باقاعدہ ایک مہم چلائی۔

۱۔ چنانچہ افریقہ میں کیتھولک سوسائٹی نے اپنے مرکز برطانیہ کو لکھا ہے۔ کہ عیسائی ہونے والے لوگوں اور بالخصوص مسلمانوں کو بھاری وظیفے دیئے جائیں۔ تاکہ وہ عیسائیت کو چھوڑ کر پھر وظائف نہ قبول کر لیں۔

دنیا کی نام نہاد اسرائیل گورنمنٹ نے بھی اس کام کے لئے ایک خاص رقم منظور کی ہے۔ اور یہودی مبلغوں کو اجازت دی ہے۔ کہ جو مسلمان صیہونیت قبول کر لیں۔ انہیں معقول "بھتہ" دیا جائے۔

یہ بات تو دنیا کے دوسرے ممالک سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ اعداد و شمار تو ان علاقوں سے متعلق ہیں۔ لیکن پاکستان کے ہمسایہ ملک مشرقی پنجاب میں اس وقت کیا ہو رہا ہے؟ اس بارے میں دو چار باتیں ضرور قابل ملاحظہ ہیں:-

۱۔ مشرقی پنجاب کے اکالیوں اور سکھوں نے متفقہ طور پر اپنے ایک خاص دیوان میں تجویز کی۔ کہ جو مسلمان اکالی ہو جائیں۔ روپیہ اور اناج سے ان کی مدد کی جائے۔

۲۔ بھارت کی ہندو مہا سبھا اور آریہ سماج کی حالیہ ملی بھگت نے یہ منصوبہ پاس کیا ہے۔ کہ بھارتی مسلمانوں کو شدھ کرنے کے لئے کافی چندہ جمع کیا جائے۔ اور اس خطیر رقم سے مرتدین کو ماہانہ ششماہی یا سالانہ وظیفے دیئے جائیں۔

(۳) ہندوستان میں برہمو سماج ہندوؤں کا ایک چھوٹا سا فرقہ ہے۔ جو کچھ زیادہ ترقی یافتہ نہیں ہے۔ سارے بھارت میں اس جماعت کے اراکین کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اس مختصر گروہ نے حال ہی میں اپنے مذہبی لٹریچر کے طور پر ۱۰۸ صفحہ کی ایک کتاب ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد میں شائع کی ہے۔ اس کے علاوہ تین لاکھ کی رقم سے ایک مندر یتیم خانہ۔ بیوہ خانہ اور کتب خانہ بھی تعمیر کیا جا رہا ہے۔ (سہ روزہ دعوت دہلی)

(روزنامہ نوائے پاکستان لاہور مورخہ ۱۲ اردسمبر ۵۵ء)

اس کو پڑھیئے اور بار بار پڑھیئے۔ آپ بزرگ لوگ ہیں۔ ہمارا منہ چھوٹا ہے۔ ہم کچھ عرض نہیں کر سکتے۔ آپ ہی دیکھ لیجیئے؟ کہ کفر و شرک کیا کر رہا ہے۔ اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ کیا یہ حال ہمیں شرم سے پانی پانی کرنے کے لئے کافی نہیں؟ مگر ہم تو لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھنے والوں کو دھڑا دھڑ کافر۔ مرتد۔ واجب القتل کے فتوے دیئے جا رہے ہیں۔

اور وہاں سے

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

کیا اسی بل بوتے پر ہم اسلامی حکومت قائم کرنے کے نعرے لگاتے ہیں۔ جب ہماری چیرہ دستیوں سے کوئی کلمہ گو بھی مسلمان نہیں رہتا۔ تو اسلامی حکومت کیا فرشتوں میں قائم کی جائے گی۔

آپ کی توجیہہ کے مطابق "مسلمہ فرقے۔ مسلمان فرقے ہیں۔ بتایئے مسلمہ فرقے کونسے ہیں۔ ایک ہی فرقہ بتایئے۔ جس کو سب فرقوں نے مل کر کافر اور مرتد نہ قرار دیا ہو۔ لگی لپٹی باتیں کرنا اور چیز ہے۔ ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں۔ کہ کسی ایک کے خلاف ایسے محاذ قائم کرنے کا نتیجہ ملک میں سوا فساد فی الارض کے کیا نکل سکتا ہے؟ جن کو آپ اس وقت مسلمہ کہتے ہوں گے۔ انہیں یہ سند کس نے عطا کی ہے۔ یہ اہلحدیث یہ دیوبندی۔ یہ بریلوی۔ یہ حنفی۔ یہ اہل سنت والجماعت اور یہ شیعہ کیا سب

(باقی صفحہ ۶ پر)

خطبہ جمعہ

درد صاحب مرحوم نے چالیس سال تک نہائت ثابت قدمی کے ساتھ سلسلہ کی خدمت کی ہے

ان کی وفات پر نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ آگے آئیں اور ان کی جگہ لیتے اور دین کی خدمت کرنیکے لئے اپنے آپ کو پیش کریں

زندہ قوم کی یہ علامت ہوتی ہے کہ اگر اسکا ایک فرد مرتا ہے تو کئی آدمی اسکی جگہ لینے کیلئے آگے آجاتے ہیں

دوستوں کو جماعت کی عزت اور وقار کی خاطر جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان جانے کی کوشش کرنی چاہیئے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۹ دسمبر ۱۹۵۵ء بمقام ربوہ

نوٹ - یہ خطبہ مینو زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس پر نظر ثانی نہیں فرمائی۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل خطبہ نویس - مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج مجھے مرزا عزیز احمد صاحب (جو محکمہ حفاظت مرکز کے انچارج ہیں) کی طرف سے اطلاع ملی ہے۔ کہ اس دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

قادیان بہت کم دوست جا رہے ہیں

انہوں نے لکھا ہے کہ شائد اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ قادیان جانے کے لئے پاسپورٹ اب آسانی سے مل جاتے ہیں۔ اس لئے بہت سے دوست سال کے دوران میں قادیان ہو آتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ قادیان میں سال میں صرف ایک دو دفعہ جانے کی ہی ضرورت نہیں۔ بلکہ جہاں کسی کا کوئی عزیز ہوتا ہے۔ وہاں سوائے اشد مجبوری کے اسے بار بار جانا چاہیئے۔ اس لئے اگر دوست سال میں چار دفعہ بھی قادیان ہو آئے ہوں تب بھی

جماعت کی عزت اور وقار کی خاطر

انہیں اس جلسہ کے موقعہ پر قادیان جانا چاہیئے۔ آخر انہیں خیال کرنا چاہیئے کہ وہ ہجرت کے بعد اس طرف آ گئے ہیں اور یہاں آزاد ہیں۔ لیکن ان کے جو بھائی قادیان میں رہ گئے ہیں۔ ان کو اتنی آزادی میسر نہیں جتنی ہمیں حاصل ہے۔ ان میں سے کئی ایسے ہیں۔ جن کے پاسپورٹ گورنمنٹ نے جمع کر لئے ہیں۔ وہ منہ سے تو یہی کہتی ہے کہ جب ضرورت ہوئی یہ پاسپورٹ واپس دے دیئے جائیں گے۔ لیکن عملی طور پر انہوں نے وہ پاسپورٹ اب تک واپس نہیں دیئے۔ پس ان لوگوں کی دلجوئی کے لئے پاکستان کے احمدیوں کو جنہیں یہاں ربوہ میں جلسہ سالانہ دیکھنے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ (سوائے ان لوگوں کے کہ جن کے سپرد خاص خاص کام ہیں۔ اور ان کے قادیان چلے جانے سے یہاں کا جلسہ خراب ہو جاتا ہے) اس جلسہ کے موقعہ پر

قادیان جانا چاہیئے

چاہے وہ سال میں چار دفعہ قادیان ہو آئے ہوں۔ انہیں اس موقعہ پر سستی اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ تا وہاں کے ہندوؤں اور سکھوں کو معلوم ہو کہ احمدی اپنے مقدس مرکز قادیان سے محبت کرتے ہیں۔ اور ان کے جو بھائی قادیان رہ گئے ہیں۔ ان کی بھی دلجوئی ہو۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ مرزا عزیز احمد صاحب نے یہ معاملہ ایسے وقت میں میرے سامنے پیش کیا ہے۔ کہ دوستوں کو قادیان جانے کے لئے تیار کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں کل دس دسمبر کو ہم نے پاسپورٹ جمع کرانے ہیں۔ اور آج ۹ دسمبر کو انہوں نے یہ معاملہ میرے سامنے رکھا ہے۔ یہ تو اتنی غفلت ہے کہ اسکے معنے سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتے کہ خود افسروں کو بھی اس بات کا احساس نہیں کہ

ہر کام وقت پر کیا جائے

مرزا بشیر احمد صاحب جب تک ان کی صحت اچھی تھی) اس بارہ میں کافی کوشش کرتے تھے۔ اور ہر سال قادیان جانے کے لئے سو ڈیڑھ سو افراد کی درخواستیں آ جاتی تھیں۔ بلکہ جب شروع شروع میں افراد میں جوش زیادہ تھا۔ تو دو دو تین تین سو افراد کی درخواستیں آ جاتی تھیں۔ اور دفتر کو قرعہ ڈال کر قافلہ میں جانے والوں کے متعلق فیصلہ کرنا پڑتا تھا۔ یہ جوش محبت کم نہ ہونا چاہیئے بلکہ اسکو زیادہ کرتے رہنا چاہیئے۔ پاکستان کے لوگوں کو تو ربوہ آنے کا موقعہ ملتا ہی رہتا ہے۔ ہاں قادیان جانا ان کے لئے مشکل ہے۔ اور وہی ان کے لئے زیادہ اہم بھی ہے۔ تاکہ وہاں رہنے والوں میں

مرکز کی خدمت کی روح

قائم رہے۔ اور ان میں زندگی کے آثار باقی رہیں۔ پس گو اب تو کوئی وقت باقی نہیں رہا۔ کہ میں بیرونی جماعتوں کے دوستوں کو قادیان جانے کی تحریک کر سکوں لیکن ربوہ کے رہنے والے جن کے پاس پاسپورٹ ہوں۔ اب بھی اس موقعہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ مرزا عزیز احمد صاحب نے لکھا ہے۔ کہ ربوہ کے بہت سے افراد ایسے ہیں جن کے پاس پاسپورٹ ہیں۔ اور وہ قادیان جا سکتے ہیں۔ لیکن وہ جانے پر آمادہ نہیں۔ کیونکہ وہ سال کے دوران میں قادیان ہو آتے ہیں۔ حالانکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ قادیان سے ہو آنا کوئی دلیل نہیں۔

سوال تو یہ ہے

کہ کیا انہیں ربوہ کا جلسہ سالانہ دیکھنے کا کبھی موقعہ نہیں ملا۔ یا وہ سلسلہ کے ایسے اہم کاموں پر مقرر ہیں۔ کہ ان کو چھوڑ کر جانے سے یہاں کا جلسہ خراب ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان کا فعل مستحسن ہے اور قابل مذمت نہیں۔ بلکہ قابل تعریف ہے۔ لیکن اگر ایسا نہیں۔ تو محض اس لئے کہ وہ سال کے دوران میں قادیان ہو آئے ہیں۔ اور اپنے رشتہ داروں کو مل آئے ہیں۔ ان کا اس موقعہ پر اسے قادیان نہ جانے کا بہانہ بنا لینا درست نہیں۔ رشتہ داروں کو ملنا ہی ان کی خواہش نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ انہیں جماعت کی عزت اور وقار کے قائم رکھنے کے لئے بھی قادیان جانا چاہیئے۔ اگر

قادیان جانے والوں کی تعداد

ہر سال کم ہوتی رہی۔ تو اس سے جماعت کی عزت اور وقار کو یقیناً صدمہ پہونچے گا۔ پس گو اس وقت تو میری تحریک سے صرف یہاں کے لوگ ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن میں آئندہ کے لئے نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وقت سے پہلے افسروں کو اپنے کام کے لئے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ دس تاریخ کو جو کام ہونا ہے۔ اس کی ۹ تاریخ کو اطلاع دینے میں کوئی بھی معقولیت نہیں۔ اگر مختلف جماعتوں میں پہلے سے تحریک کی جاتی اور مختلف افراد کو جو مبلغ یا کسی اور حیثیت سے جماعتوں میں پھرتے رہتے ہیں۔ اس کام میں امداد کی تحریک کی جاتی۔ تو لاکھوں کی جماعت میں سے قادیان جانے کے لئے دو تین سو افراد کا تیار ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں تھی

پس آئندہ کے لئے اس غلطی کا ازالہ ہونا چاہئیے اور شروع سال سے ہی اس کے لئے کوشش شروع کر دینی چاہئیے۔

قوموں کی زندگی

کا صرف ایک سال نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ قوموں کی زندگی کے سینکڑوں اور ہزاروں سال ہوتے ہیں۔ اس لئے ابھی سے اگلے سال کے قافلہ کے لئے تیاری شروع کر دینی چاہئیے۔ اور ابھی سے لوگوں کے اندر ایسا جوش پیدا کرنا چاہئیے۔ کہ اگلے سال قافلہ میں جانے والے افراد کا فیصلہ کرنے کے لئے ہمیں قرعے ڈالنے پڑیں۔ اگر ایک سو آدمی قادیان جانا ہو۔ تو چار سو افراد کی طرف سے درخواستیں آئی ہوئی ہوں:

اس سال کچھ نقص اس وجہ سے بھی ہوا ہے۔ کہ پہلے گورنمنٹ ہمیں اکٹھے پاسپورٹ دیا کرتی تھی۔ اور اس سے لوگ فائدہ اٹھا لیا کرتے تھے۔ الگ الگ پاسپورٹ بہت کم ملتے تھے۔ اب پاسپورٹ ملنے میں آسانی ہو گئی ہے۔ اس لئے لوگ دوران سال میں کثرت سے قادیان جاتے رہتے ہیں۔ مگر اکیلے جانا اور جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جانا دونوں میں فرق ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جانے سے صرف

قادیان کی زیارت

ہی نہیں ہوتی بلکہ احمدیت کا وقار بھی بڑھتا ہے اور یہ دونوں الگ الگ اغراض ہیں۔ جیسے عمرہ اور حج دونوں کی الگ الگ اغراض ہیں۔ عمرہ میں بھی انسان خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ اور حج کے موقعہ پر بھی وہ خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ لیکن حج کی قیمت جو اللہ تعالےٰ نے رکھی ہے وہ عمرہ کی نہیں رکھی۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ عمرہ کرنے کے لئے لوگ الگ الگ جاتے ہیں اور حج کے لئے ساری دنیا کے لوگ اکٹھے ہو کر جاتے ہیں۔ اس لئے حج کے موقعہ پر اسلام کا وقار بڑھتا ہے۔ لیکن عمرہ میں محض خانہ کعبہ کی زیارت ہو اور برکت ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے حج کو مقدم رکھا ہے۔ پس

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

قادیان جانے سے جماعت کا وقار بڑھتا ہے ہجوم کو دیکھنے سے لوگوں کے دلوں پر اثر پڑتا ہے۔ اگر وہاں ایک ایک احمدی پھر رہا ہو تو اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ ہندوستان میں مسلمان تو پائے ہی جاتے ہیں۔ اس لئے وہاں کے ہندوؤں اور سکھوں کے لئے وہ کوئی عجیب چیز نہیں ہوں گے۔ وہ سمجھیں گے کہ ایک مسلمان پھر رہا ہے۔ لیکن جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سینکڑوں احمدیوں کا قادیان جانا اور سات سات آٹھ آٹھ لاکھ کا اکٹھا وہاں پہنچنا انہیں اس طرف توجہ دلاتا ہے۔ کہ ابھی مسلمانوں میں دینی روح زندہ ہے۔ اور احمدیوں کو اپنے مقدس مقام سے محبت ہے۔ پھر یہ بات ان لوگوں کے دلوں میں بھی تعلق کا احساس پیدا کر دیتی ہے کیونکہ وہاں کے رہنے والے چاہے وہ ہندو یا سکھ اب تک ان کے دلوں میں یہ یقین پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق قادیان ضرور ترقی کرے گا۔ ہمیں ان کے اس یقین کو گھٹانا نہیں چاہئیے۔ بلکہ بڑھانا چاہئیے۔

اس کے بعد میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ

اللہ تعالےٰ کی مشیت کے ماتحت

پرسوں درد صاحب اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے فوت ہو گئے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک نے فوت ہونا ہے۔ درد صاحب تو اتنے بڑے پایہ کے آدمی نہیں تھے۔ ان سے بڑے بڑے پایہ کے لوگ بھی وفات پا گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے آپ کے چاروں خلفاء وفات پا گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ ایک ایک کر کے وفات پا گئے۔ خود ان کے اپنے والد ماسٹر قادر بخش صاحب اور ان کے خسر میاں عبد اللہ صاحب سنوری جو پرانے صحابہ میں سے تھے فوت ہو گئے۔ پس فوت تو سب نے ہونا ہے لیکن یہ طبعی بات ہے۔ کہ پرانا تعلق ہونے کی وجہ سے صدمہ زیادہ ہوتا ہے۔ ۱۹۱۲ء سے درد صاحب کا میرے ساتھ تعلق تھا۔ ۱۹۱۴ء میں وہ قادیان

سلسلہ کی خدمت کے لئے

آ گئے تھے۔ ۱۹۲۲ء میں وہ انگلستان مبلغ بنکر گئے تھے۔ پھر دوبارہ ۱۹۳۳ء میں انگلستان گئے۔ اور قریباً ۴ سال وہاں رہے۔ غرض وہ دو دفعہ مبلغ بنکر انگلستان گئے۔ پہلی دفعہ ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء کو قادیان سے روانہ ہوئے اور ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو واپس آئے۔ اور دوسری دفعہ ۲ فروری ۱۹۳۳ء کو قادیان سے روانہ ہوئے۔ اور ۹ نومبر ۱۹۳۸ء کو واپس آئے۔ قادیان میں وہ سالہا سال تک صدر انجمن احمدیہ کے ناظر رہے۔ اور سلسلہ کے اہم عہدوں پر کام کرتے رہے۔ اتنے لمبے عرصہ تک جس شخص کے ساتھ تعلق رہا ہو۔ اس سے طبعاً محبت ہو جاتی ہے۔ ایک انسان کسی مکان میں لمبے عرصہ تک رہے تو اس سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ پھر ایک انسان جس کے ساتھ روزانہ واسطہ پڑتا ہو۔ اس سے تو لازماً محبت ہو جاتی ہے۔ اس لئے گو

درد صاحب کی وفات

کوئی عجیب چیز نہیں۔ لیکن ان سے دیرینہ تعلق کی بناء پر ان کی وفات سے میرے دل کو اور دوسرے دوستوں کے دلوں کو بھی صدمہ پہنچنا ایک طبعی بات تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جب صلیب پر چڑھانے کا وقت قریب آیا۔ تو آپ نے دعا کی۔ کہ اے اللہ میری روح تو تیرا حکم ماننے کے لئے تیار ہے۔ مگر میرا جسم کمزور ہے۔ پس جسمانی طور پر ایسی چیز دل کا صدمہ ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ درد صاحب کی اچانک وفات سے مجھے بھی صدمہ ہوا۔ اور اس صدمہ کی وجہ سے میری صحت پر بھی بڑا اثر پڑا۔ بھوک یک دم بند ہو گئی۔ اور ٹانگیں کانپنے لگ گئیں۔ اور چلنا مشکل ہو گیا۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہے۔ یہ واقعہ بہرحال ہونا تھا۔ کیونکہ ہر انسان نے ایک نہ ایک دن ضرور مرنا ہے۔ لیکن وہی حضرت مسیح علیہ السلام والی بات ہے۔ کہ روح تو خدا تعالےٰ کا حکم ماننے کے لئے تیار ہے۔ لیکن جسم کمزور ہے۔ پس یہ واقعہ غیر معمولی نہیں۔ لیکن مجھے یہ خیال آتا ہے کہ مرنے والے تو بہرحال مرتے چلے جائیں گے۔ ہمیں

قومی زندگی کو قائم رکھنا چاہئیے

یورپ میں ایک شخص مرتا ہے۔ تو دس آدمی اس جگہ پر کام کرنے کے لئے آ جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں مرنے والے کی موت کا زیادہ احساس نہیں ہوتا۔ دیکھو جرمنی کے بادشاہ ولیم سے جرمنوں کو اتنا عشق تھا۔ کہ وہ اس پر اپنی جانیں دیتے تھے۔ مگر جب اتحادیوں نے اسے شکست دے دی۔ تو ہٹلر پیدا ہو گیا۔ پھر ہٹلر سے جرمنوں کو اتنا عشق ہوا کہ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ لیکن جب ہٹلر چلا گیا تو ایڈناور پیدا ہو گیا۔ پس اگر مرنے والے کے بعد اس کی جگہ لینے کے لئے اور آدمی پیدا ہوتے رہیں۔ تو قومیں مرتی نہیں۔ زندہ رہتی ہیں۔ دیکھو امریکہ میں ایک وقت یہ خیال کیا جاتا تھا کہ

پریذیڈنٹ روزویلٹ

کے بعد معلوم نہیں امریکہ کا کیا بنے گا۔ لیکن روزویلٹ ایک دن یک دم مر گیا۔ اور اس کا بھی ہارٹ فیل ہوا تھا۔ اور وہ نہاتے نہاتے مر گیا تھا۔ لیکن لوگوں نے اس کی موت کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ کیونکہ دوسرے لوگ اس کی جگہ کام کرنے کے لئے آ گئے گویا گاڑی کے گھوڑے گرتے پیچھے ہیں اور اس میں جتنے والے گھوڑے پہلے آگے آ جاتے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ قوم کی ہمت پست نہیں ہوتی۔ اور اس کا کام جاری رہتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں بھی ایسا ہی ہو۔ تو گو مرنے والے سے تعلق ہونے کی وجہ سے اس کی موت کا صدمہ ضرور ہوگا۔ مگر وہ صدمہ ایسا ہوگا۔ جس کے ساتھ خوشی بھی ہوگی۔ کہ قوم زندہ ہے۔ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑا وجود اور کون ہوگا۔ مسلمانوں کے لئے تو خدا تعالےٰ کے بعد آپ ہی سب کچھ تھے۔ آپ ہی خدا تعالےٰ کا دنیا میں ظہور تھے۔ چنانچہ آپ کی وفات پر

حضرت حسان بن ثابت

نے کہا ؎

كنت السواد لناظري
فعمي عليك الناظر
من شاء بعدك فليمت
فعليك كنت احاذر

یعنی تو تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ تیرے مرنے سے میری آنکھ اندھی ہو گئی ہے۔ اب جو چاہے مرے۔ مجھے تو صرف تیری ہی موت کا ڈر تھا۔ لیکن آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو گئے اور ان کی ایسی شان ظاہر ہوئی کہ خیال کیا جانے لگا کہ آپ جیسا وجود اور پیدا نہیں ہوگا۔ لیکن جب آپ فوت ہوئے تو حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ فوت ہوئے تو حضرت عثمانؓ کھڑے ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ فوت ہوئے تو حضرت علیؓ کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت علیؓ شہید ہو گئے تو چاہے آپ کے درجہ کے برابر نہ سہی لیکن اللہ تعالےٰ نے

اسلام کو سنبھالنے والا

معاویہؓ کھڑا کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اسی خاندان سے حضرت عمر بن عبد العزیز جیسا وجود کھڑا ہو گیا جنہیں

عمر ثانی

بھی کہا جاتا ہے۔ پھر یہ سلسلہ آگے چلتا چلا گیا۔ اسی طرح روحانی طور پر بھی یہ سلسلہ چلا۔ اور جب وہ وقت آ گیا کہ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔

اب مسلمانوں کا کوئی سہارا نہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج دیا۔ اب ہماری جماعت بھی لاکھوں کی تعداد میں ہے۔ اور اس میں سینکڑوں ایسے طالب علم ہیں۔ جو کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ لیکن کتنے ہیں جو پہلے کام کرنے والوں کی جگہ لینے کے لئے آگے آئے ہیں۔

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ چین میں ایک عیسائی مشنری عورت کو وحشیوں نے مار دیا۔ اور انہوں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ انگریزوں نے دنیا میں یہ مشہور کر دیا۔ کہ چینی اس کا گوشت کھا گئے ہیں۔ معلوم نہیں یہ سچ تھا یا جھوٹ۔ چینی لوگ تو مردار خوار نہیں ہوتے۔ ہاں پرانے زمانہ میں فجی کے لوگ انسان کو کھا لیتے تھے۔ مگر انگریزوں نے شاید اپنی کسی مصلحت کے ماتحت یہ مشہور کر دیا۔ کہ چینی لوگ اس عورت کو کھا گئے ہیں۔ جونہی یہ خبر اخباروں میں شائع ہوئی۔ شام تک پانچ ہزار عورتوں کی طرف سے اس مضمون کی تاریں آ گئیں۔ کہ ہمیں مرنے والی عورت کی جگہ بھیج دیا جائے۔

یہ زندہ قوم کی علامت ہے

کہ اس کا ایک فرد مرتا ہے۔ تو اس کی جگہ لینے کے لئے کئی اور آدمی آگے آ جاتے ہیں ہماری جماعت کے نوجوانوں کو بھی چاہیئے تھا۔ کہ اگر جماعت کا ایک واقف زندگی ۴۰ سال خدمت کرنے کے بعد مر جاتا ہے۔ تو دس بیس اور نوجوان اس کی جگہ کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیتے۔ ایک حد تک جماعت کے نوجوان سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں پیش تو کر دیتے ہیں۔ لیکن مجھے اس امر کا افسوس ہے۔ کہ پچھلے دنوں جب میں نے وقف کی تحریک کی۔ تو مختلف کالجوں کے نوجوانوں نے

سلسلہ کی خدمت کے لئے

اپنی زندگیاں پیش کیں۔ لیکن اس کام میں ہمارا تعلیم الاسلام کالج سب سے پیچھے رہا۔ ہمیں تو اس بات کی امید تھی۔ کہ سلسلہ کے ایک مرنے والے خادم کی جگہ لینے کے لئے اس کالج کے دس بیس نوجوان اپنی زندگیاں پیش کریں گے لیکن تعجب ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ اس کالج کے پرنسپل واقف زندگی ہیں۔ اس کے بہت سے پروفیسر واقف زندگی ہیں۔ اس کالج کے کسی لڑکے نے اپنی زندگی وقف نہیں کی۔ صرف ایک نوجوان نے جو میرا پوتا ہے۔ زندگی وقف کی ہے۔ لیکن وہ ابھی بہت چھوٹی کلاس میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

اس کے معنے یہ ہیں

کہ یہ لوگ اپنے فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ اگر اس کالج کے سٹوڈنٹ درد صاحب کی وفات کے بعد اپنے آپ کو پیش کرتے اور کہتے کہ وہ بھی ہماری طرح کے ایک انسان تھے۔ اگر

انہوں نے باوجود اس کے کہ وہ ایم اے تھے۔ اور نہایت تنگی سے گذارہ کرتے تھے۔ ۴۰ سال تک سلسلہ کی خدمت کی ہے۔ تو ہم کیوں ایسا نہیں کر سکتے۔ تو جماعت کی ہمت کس قدر بلند ہو جاتی۔ مجھے یاد ہے۔ جب ہم نے درد صاحب کو ولایت بھیجا ہے۔ ان کی تنخواہ سو روپے ماہوار تھی۔ چندہ اور دوسری کٹوتیوں کے بعد انہیں ساٹھ روپے ماہوار ملتے تھے۔ جس میں سے بڑا حصہ وہ اپنی والدہ کو بھیج دیتے تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے چار چار پانچ پانچ بچے تھے وہ ہمارے مکان کے ہی ایک حصہ میں جو کچا تھا اور جس میں رہنا آج کل کے کلرک بھی پسند نہیں کرتے رہتی تھیں۔ مجھے یاد ہے۔ کہ مجھے یہ معلوم کر کے

سخت صدمہ ہوا

کہ ان کی بیویوں کے حصہ میں چار چار پانچ پانچ بچوں سمیت صرف چودہ چودہ روپے ماہوار آتے تھے۔ اب تو چودہ روپے وظیفہ پر بھی لڑکے شور مچا دیتے ہیں۔ کہ یہ رقم بہت کم ہے۔ لیکن ان دنوں ان کی بیویوں کے حصہ میں بچوں سمیت صرف چودہ چودہ روپے آتے تھے۔ ان کی ایک بیوی کے بھائی جلد ساز تھے جن کے پاس فرمہ فلکنی کے لئے جب کوئی کتاب آتی۔ تو وہ اس سے فرمے منگوا لیتی تھیں۔ اور وہ خود اور دوسری بیوی فرمے توڑ توڑ کر کچھ رقم پیدا کر لیتیں۔ جس سے ان کا گزارہ چلتا۔ اب دیکھو ایک شخص ایم اے ہے اور

سب جج کے لئے

اسے آفر (offer) آ چکی ہے۔ وہ تبلیغ کے لئے ملک سے باہر جاتا ہے۔ سلسلہ کو اتنی توفیق نہیں ہوتی۔ کہ وہ اس کے بیوی بچوں کو مناسب گذارہ دے سکے۔ اس کی بیویوں کو اپنے گذارہ کے لئے فرمے توڑنے پڑتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس نے نہایت ثابت قدمی سے سلسلہ کی خدمت میں چالیس سال کا عرصہ گذار دیا۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ ان کی وفات کے بعد

جماعت کے نوجوان آگے آ جاتے

اور کہتے۔ ہم ان کا کام سنبھالنے کے لئے تیار ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے۔ اور اس کا کام سنبھالنے کے لئے نوجوان آگے آتے رہیں گے۔ لیکن اس وقت نوجوانوں نے ایسا نمونہ نہیں دکھایا۔ جس سے یہ سمجھا جائے۔ کہ جماعت میں قومی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ سلسلہ کے کام تو خدا تعالیٰ نے کرنے ہی ہیں۔ اور وہ اپنے فضل سے کرتا رہیگا۔ لیکن اگر وہ کام ہمارے ہاتھ سے ہوں۔ تو ہمیں ثواب ملے گا۔ اگر درد صاحب کی وفات کے بعد فوری طور پر نوجوان اپنے آپ کو پیش کر دیتے اور کہتے کہ ہم ان کا کام سنبھالنے کے لئے تیار ہیں۔ تو دوسرے لوگوں کو یہ بات نظر آتی۔ کہ یہ جماعت زندہ ہے

اس لئے اسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ یہ آدمیوں کے ساتھ زندہ نہیں۔ بلکہ ایمان کے ساتھ زندہ ہے۔ اور چونکہ ایمان کو مرنے سے بچایا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ قوم ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اگر نوجوان اس طرح آگے آتے۔ تو دنیا کے سامنے یہ نظارہ آ جاتا۔ کہ

یہ قوم ایمان کے ساتھ زندہ ہے

روپیہ اور آدمیوں کے ساتھ نہیں۔ روپیہ چرایا جا سکتا ہے۔ ایمان چوری نہیں کیا جا سکتا۔ آدمی مر سکتے ہیں۔ لیکن ایمان نہیں مرتا۔ بلکہ سچا ایمان تو بڑھتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم مومنوں کے ایمان کو بڑھاتے ہیں۔ پس جس قوم اور جس جماعت کی بنیاد ایمان پر ہو گی۔ وہ کبھی نہیں مریگی۔ بلکہ ہمیشہ آگے بڑھیگی۔ اس کے افراد بے شک مرتے جائیں گے۔ لیکن وہ جماعت ترقی کرتی چلی جائے گی۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں

مولوی عبدالکریم صاحبؓ فوت ہوئے

تو آپؑ کو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ چند دن گزرنے پر آپ نے شام کے بعد دوستوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا۔ حضور آپ شام کے وقت بیٹھا کرتے تھے۔ تو بہت مزا آتا تھا۔ آپ گفتگو فرماتے تھے۔ تو ہمارے ایمان ترقی کرتے تھے۔ لیکن اب آپ نے بیٹھنا چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب میں باہر دوستوں میں بیٹھا کرتا تھا۔ تو مولوی عبدالکریم صاحبؓ ہمیشہ سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔ اب میں بیٹھتا ہوں۔ اور مولوی صاحب نظر نہیں آتے تو میرا دل گھٹنے لگتا ہے۔ اس لئے میں نے مجبوراً یہ طریق چھوڑ دیا ہے۔ لیکن مولوی عبدالکریم صاحبؓ فوت ہوئے۔ تو سلسلہ کو اور خادم مل گئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کا کام

مفتی محمد صادق صاحب

نے سنبھال لیا۔ مفتی صاحب کی صحت کمزور تھی۔ لیکن انہوں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعتوں کے ساتھ اس قدر خط و کتابت کی۔ کہ انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ انہیں ایک نیا ذریعہ مل گیا ہے۔ بہر حال ان کے بعد کام چلتا چلا گیا۔ اب

مولوی شیر علی صاحبؓ

قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر لکھ رہے تھے۔ آپ فوت ہوئے تو میرے دل کو صدمہ ہوا۔ کہ ان کا کام کون سنبھالے گا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے ملک غلام فرید صاحب کو اس کام کے سنبھالنے کی توفیق دے دی۔ مگر چاہیئے تھا۔ کہ ایک ایک مرنے والے کی جگہ چار چار پانچ پانچ آدمی آگے آتے اور اس کا کام سنبھالنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے یاد رکھو ہم نے قرآن کریم اور اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ اور اس کے لئے ہمیں متواتر آدمی چاہئیں۔ جب تک ہمیں متواتر آدمی نہیں ملیں گے۔ ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس وقت حالت یہ ہے۔ کہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر

صوفی مطیع الرحمن صاحب بنگالی تھے

وہ سلسلہ کے کامیاب مبلغ تھے۔ اور ان کے تعلقات بہت وسیع تھے۔ اس لئے باہر ان کا اثر زیادہ تھا۔ محمد ناصر جو انڈونیشیا کی مسجومی پارٹی کے لیڈر ہیں اور ملک کے وزیر اعظم بھی رہ چکے ہیں انہیں ہم یہاں سے ریویو آف ریلیجنز بھجوایا کرتے تھے۔ کل ہی انڈونیشیا سے چٹھی آئی ہے۔ کہ ان کے پاس ہمارے بعض دوست ملنے کے لئے گئے۔ تو ان کے سکرٹری نے بتایا۔ کہ وہ اس رسالہ کی باقاعدہ جلد بندی کرا کے اپنی لائبریری میں رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس رسالہ کا مطالعہ کیا کرتے ہیں۔ اسی کی وجہ یہی تھی۔ کہ رسالہ پر ایک ایسے شخص کا نام لکھا ہوا ہوتا تھا۔ جو اسلام کی تبلیغ کے لئے دور دور تک گیا تھا۔ اب وہ فوت ہوئے۔ تو ہمیں ان کا قائم مقام نہیں ملا۔ ان کا کام چودھری مظفر الدین صاحب نے سنبھالا ہے۔ لیکن ان کی وہ پوزیشن نہیں۔ جو صوفی مطیع الرحمان صاحب مرحوم کی تھی۔ صوفی صاحب ایم۔ اے تھے۔ اور چودھری صاحب بی اے ہیں۔ پھر یہ کسی جگہ بھی کامیاب مبلغ نہیں رہے۔ پہلے ہم نے انہیں پروف ریڈر کے طور پر لگایا ہوا تھا۔ اب انہیں رسالہ کا ایڈیٹر بنا دیا ہے۔ اگر ہمارے پاس ایسے واقفین زندگی ہوتے۔ جو ایم اے ہوتے اور وہ انگریزی میں مضامین لکھتے کتابیں تصنیف کرتے۔ اور ہمیں پتہ لگتا۔ کہ مشق کی وجہ سے ان کی زبان دانی اس معیار پر پہنچ چکی ہے۔ کہ انہیں کسی رسالہ کا ایڈیٹر مقرر کیا جا سکتا ہے۔ تو ہم

صوفی صاحب کی وفات پر

ان میں سے کسی کو اس رسالہ کا ایڈیٹر مقرر کر دیتے لیکن اگر کوئی مضمون نہیں لکھتا۔ اور اپنے دل میں یہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ بڑی اچھی انگریزی لکھ سکتا ہے۔ تو ہمیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر کوئی شخص مضامین لکھتا۔ کتابیں تصنیف کرتا اور لوگوں پر اپنی دھاک بٹھا دیتا۔ تو پھر ہمیں آپ ہی آپ خیال آ جاتا۔ کہ اس کو ایڈیٹر بنا دیں۔ انگریزی زبان بہر حال تبلیغ میں کام آنے والی زبان ہے۔ اگر نوجوان انگریزی زبان میں مضامین لکھتے رہیں۔ کتابیں تصنیف کریں۔ تو ان پر ہماری نظر رہے گی۔ اور جب کوئی فوت ہو جائیگا۔ تو ہم ان میں سے کسی کو اس کا قائم مقام مقرر کر سکیں گے۔

درد صاحب جب سلسلہ کی خدمت کے لئے آئے۔ تو ان کی عمر زیادہ نہ تھی۔ لیکن اس عمر میں بھی ان کے وقار کا یہ حال تھا۔ کہ ہم انہیں بڑے سے بڑے افسر سے بھی ملنے کے لئے بھیج دیتے۔ تو وہ نہایت

کامیابی کے ساتھ جماعت کی نمائندگی

کر کے آ جاتے تھے۔ اگر ہم انہیں کہتے۔ کہ وائسرائے سے ملاقات کے لئے جاؤ۔ تو وہ فوراً اس کی ملاقات کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ اور

کامیاب طور پر

اسے مل کر آتے تھے۔ کونسل کے ممبروں کے پاس انہیں بھیجا جاتا تو وہ بغیر کسی جھجک کے چلے جاتے۔ اور نہایت کامیابی کے ساتھ

سلسلہ کے کام بجا لانے ان کے دل میں کبھی بھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا تھا کہ وہ لوگ بڑے درجہ کے ہیں اور میں کمزور انسان ہوں۔ اس وقت میں کارکنوں کے پروفیسروں کے متعلق بھی یہ خیال نہیں رکھتا کہ باوجود یکہ اس وقت ملک کی حکومت اپنی ہے انہیں اگر گورنر کے پاس بھی بھیجا جائے تو وہ کامیابی کے ساتھ کوئی کام کر سکیں۔ لیکن درد صاحب کے اندر یہ یقین پایا جاتا تھا کہ گو میں کمزور انسان ہوں لیکن

یہ کام خدا تعالےٰ کا ہے

پھر میں اسے کیوں نہیں کر سکتا۔ اور میں سمجھتا ہوں ہر شخص کے اندر یہ مادہ پایا جانا ضروری ہے۔ اگر کسی انسان میں یہ مادہ پیدا ہو جائے تو اس کی زبان میں برکت پیدا ہو جاتی ہے اور لوگ اس کی بات سننے لگ جاتے ہیں

چودھری فتح محمد صاحب۔ میاں بشیر احمد صاحب درد صاحب اور سید ولی اللہ شاہ صاحب سب اکٹھے آئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کو خدا تعالےٰ نے

چالیس چالیس سال تک سلسلہ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اگر خدا تعالےٰ چاہے تو ان میں سے زندہ افراد کو لمبی زندگی عطا کر کے اور زیادہ خدمت کی توفیق بھی دے سکتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو ہی لے لو ہمارے نزدیک وہ ۱۲۰ سال تک زندہ رہے پس گو ان کی عمریں زیادہ ہو چکی ہیں۔ کوئی ۶۲ سال کا ہے کوئی ۶۴ سال کا ہے اور کوئی ۶۵ سال کا ہے اور میری عمر تو اس وقت ۷۰ سال کی ہو چکی ہے لیکن

خدا تعالےٰ میں یہ طاقت ہے

کہ وہ ہم میں سے بعض کو صحت والی عمر دے کر ان سے اسی وقت تک کام لے لے جب تک جماعت کے نوجوانوں کے اندر بیداری نہ پیدا ہو جائے۔ اور وہ سمجھنے نہ لگ جائیں کہ ہمیں سلسلہ کا بوجھ اٹھانے کے لئے آگے آنا چاہیئے۔

پس میں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ وہ دین کی خدمت کے لئے آگے آئیں اور صرف آگے ہی نہ آئیں۔ بلکہ اس ارادہ سے آگے آئیں کہ انہوں نے کام کرنا ہے۔ دیکھو حضرت خالدؓ بن ولید نوجوان آدمی تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کی جگہ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو کمانڈر انچیف مقرر کر دیا۔ اس وقت حضرت خالد بن ولید کی پوزیشن ایسی تھی کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے خیال کیا کہ اس وقت ان سے کمان لینا مناسب نہیں

حضرت خالد بن ولید

کو اپنی برطرفی کے حکم کا کسی طرح علم ہو گیا وہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس گئے

اور کہا کہ آپ کے پاس میری برطرفی کا حکم آیا ہے لیکن آپ نے ابھی تک اس حکم کو نافذ نہیں کیا حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے کہا۔ خالد تم نے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے اب بھی تم خدمت کرتے چلے جاؤ۔ خالد نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ لیکن خلیفہ وقت کا حکم ماننا بھی ضروری ہے۔ آپ مجھے برطرف کر دیں اور کمانڈر انچیف کا عہدہ خود سنبھال لیں۔ میرے سپرد آپ چپڑاسی کا کام بھی کریں گے تو میں اسے خوشی سے کروں گا۔ لیکن خلیفہ وقت کا حکم بہرحال جاری ہونا چاہیئے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے کہا

کمان تو مجھے لینی پڑے گی کیونکہ خلیفۂ وقت کی طرف سے یہ حکم آچکا ہے لیکن تم کام کرتے جاؤ۔ خالد نے کہا آپ حکم دیتے جائیں میں کام کرتا جاؤں گا۔ چنانچہ بعد میں ایسے مواقع بھی آئے کہ جب ایک ایک مسلمان کے مقابلہ میں سو سو عیسائی تھا۔ لیکن خالد نے ہمیشہ یہی مشورہ دیا کہ ہم ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم اپنی جانیں دیں گے اور فتح حاصل کریں گے۔ یہ وہ جرأت تھی جس نے عیسائیوں کو طاقت کے باوجود جھکا دیا۔ عیسائی بادشاہوں نے بار بار لشکر بھیجے اور ہر بار جو لشکر آتا تھا وہ پہلے لشکر سے طاقت میں بڑھ کر ہوتا تھا۔ لیکن وہ ہر دفعہ مسلمانوں سے شکست کھاتا تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے اپنے ایک جرنیل ماہان کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ دس لاکھ سپاہی ساتھ دیئے اور کہا کہ اگر تم نے مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کی تو میں تمہیں اپنی لڑکی کا رشتہ دوں گا اور اپنے تخت پر تمہیں بٹھاؤں گا۔

عیسائی مؤرخین

کے بیان کے مطابق مسلمان لشکر کی تعداد صرف تیس ہزار تھی۔ بعض مؤرخین نے اس کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۶۰ ہزار بھی بتائی ہے لیکن اسلامی مؤرخین نے لکھا ہے کہ مسلمان لشکر کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۶۰ ہزار تھی۔ لیکن اس ہزار کے لشکر نے یا عیسائی مؤرخین کے بیان کے مطابق تیس ہزار یا زیادہ سے زیادہ ساٹھ ہزار کے لشکر نے دس لاکھ کے لشکر کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دی بلکہ ایک دفعہ تو ایسا آیا جب ۶۰ ہزار تجربہ کار سپاہیوں پر مشتمل لشکر پر صرف ساٹھ مسلمانوں نے حملہ کیا۔ گویا ایک ایک مسلمان کے مقابلہ میں ایک ایک ہزار عیسائی تھے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح دی

اگر تم بھی اپنے ایمانوں کو اس قدر بلند کر لو تو اسلام کے شکست کھانے کی کوئی وجہ نہیں

وہ اب بھی آگے ہی بڑھتا جائے گا اور ترقی کرتا جائے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اپنے ایمانوں کو مضبوط کرو اور دنیا سے اپنی نگاہ ہٹا لو۔ دنیا عارضی چیز ہے۔ تم آج چار سو یا پانچ سو کی نوکری کے پیچھے نہ پڑو۔ بلکہ اس دن کے امیدوار رہو جب خدا تعالےٰ تم کو غلبہ دے گا اور بادشاہ تمہارے ہاتھوں کو بوسے دیں گے اور ملک تم سے درخواست کریں گے کہ ہماری حکومت تم سنبھالو۔ وہ دن خواہ ابھی دیر میں آنے والا ہو۔ لیکن اگر تم

قربانیوں میں آگے بڑھ جاؤ

تو وہ قریب آجائے گا۔ بڑی چیز یہ ہے کہ تمہیں خدا تعالےٰ کی رضا حاصل ہو گی اور اس کے حصول کے بعد دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی انسان کی نگاہ میں حقیر ہوتی ہے پس گو بظاہر وہ دن دور ہے۔ لیکن اگر تم قربانیوں میں ترقی کرتے گئے۔ اور اپنے ایمانوں کو تم نے مضبوط بنا لیا۔ تو اللہ تعالےٰ اس دن کو قریب لے آئیگا۔ اور وہ لوگوں کے دلوں کو کھول دے گا۔ اور اس کے فرشتے لوگوں کے دلوں میں آپ تحریک شروع کر دیں گے اور جب خدا تعالےٰ کے فرشتے تحریک کریں گے تو لوگ مخالفت چھوڑ کر تمہارے دوست بن جائیں گے۔ اور تم سے محبت اور پیار کرنے لگ جائیں گے۔ پس تم اپنے اندر ہمت پیدا کرو۔ اور خدا تعالےٰ کے

اس وعدہ پر یقین رکھو

کہ اسلام اور احمدیت نے دنیا پر غالب آنا ہے۔ اگر یہ فتح تمہارے ہاتھوں سے آئے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت تمہارے لئے وقف ہو گی۔ کیونکہ تم اسلام کی کمزوری کو قوت سے اور اس کی شکست کو فتح سے بدل دو گے۔ خدا تعالےٰ کہے گا۔ کہ گو قرآن کریم میں نے نازل کیا ہے۔ لیکن اس کو دنیا میں قائم ان لوگوں نے کیا ہے۔ پس اسکی برکات تم پر ایسے رنگ میں نازل ہونگی۔ کہ تم اس سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرو گے۔ اور وہ تمہاری اولاد کو بھی ترقیات بخشے گا۔

میں جہاں نوجوانوں سے یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنی زندگیاں سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ وہاں میں دوستوں سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ درد صاحب چونکہ زیادہ عرصہ باہر رہے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی اولاد کی تربیت کا خیال نہیں رکھ سکے۔ ان کا صرف ایک لڑکا تھا۔ جس نے کسی قدر تعلیم حاصل کر لی تھی۔ لیکن وہ بھاگ گیا۔ ان کے باقی بچے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ اور چھٹی چھٹی ساتویں ساتویں جماعت میں پڑھتے

ہیں۔ صرف ایک لڑکا فرسٹ ایر میں پڑھتا ہے۔ دوست ان کے لئے بھی دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں دینی اور دنیوی دونوں قسم کی تعلیم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا وہ اپنے باپ سے بھی بڑھ کر سلسلہ کی خدمت کریں۔ ان کے نانا میاں عبد اللہ صاحب سنوری رضؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص پیاروں میں سے تھے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ

اس خاندان کو ضائع ہونے سے بچائے

اور انہیں دینی اور دنیوی علوم سے متمتع فرما کر سلسلہ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

لیڈر

(بقیہ صفحہ ۲)

کے خلاف مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تک سے فتوے نہیں آچکے۔ خدا کے لئے۔ اس اسلام کے لئے بظاہر جس کی غیرت سے آپ یہ کچھ کر رہے ہیں۔ اپنے آپ کو فریب نہ دیجئے۔ حقیقت سے تو انکار نہ کیجئے۔

ہمارا مدعا اس سے صرف اہل علم حضرات سے یہ درخواست کرنا ہے۔ کہ برادران ملت، مجبو۔ بھائیو۔ باہمی عقائدی جنگ اب ختم کر دو۔ بہت کچھ ہو چکا ہے۔ بہت کچھ خاک اڑ چکی ہے۔ اسلام آج یتیم ہے۔ قرآن آج مہجور ہے۔ کفر ہر طرف سے اس پر نرغہ کرتا ہوا بڑھتا ہوا آ رہا ہے۔ اس کے خلاف ایک ایسا محاذ بنایئے۔ کہ جس میں ہر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا شامل ہو کر دشمنانِ اسلام سے نبرد آزما ہو سکے۔ کسی کو جدا نہ ہونے دو۔ اختلاف عقائد کو بھول جاؤ۔ صرف ایک جھنڈے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کے نیچے سب جمع ہو جاؤ۔ بڑا کارزار ہے۔ بڑا معرکہ ہے اس وقت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًّا کانھم بنیان مرصوص محاذ بناؤ اس دشمن کے خلاف جو ہمارے منہ سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کلمات چھیننا چاہتا ہے۔ محاذ بناؤ اس لادینی کے خلاف جو عفریت کی طرح نوع انسانی کو کھائے جا رہی ہے۔ جس نے اپنے پنجے مسلمانوں کے دلوں میں بھی گاڑ دیئے ہیں۔ اس عفریت کو مارنے کے لئے نکلو۔ تاکہ مسلمان آزاد ہو۔ اسلام آزاد ہو۔ اور محمد رسول اللہ کا جھنڈا دنیا کے تمام کناروں پر لہرانے لگے۔

چند سوالات کے جوابات

سوال نمبر ۱ :۔ کیا کمپنیوں کو زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے یا کہ ہر حصہ دار کو اپنے اپنے حصہ کے مطابق فرداً فرداً زکوٰۃ ادا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے ؟

جواب ۔ کمپنیاں جو مختلف حصہ داروں کے مشترک سرمایہ سے قائم ہوتی ہیں ان کے متعلق صحیح مذہب یہی ہے کہ ان پر مجموعی طور پر زکوٰۃ واجب ہے نہ کہ ہر حصہ دار پر فرداً فرداً ۔ یہی مذہب حنفیہ میں صراحتاً بیان ہوا ہے اور اصولاً یہی مذہب آئمہ فقہ میں ہے ۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا بھی مذہب بلکہ خلاصہ یہ کہ ہمارے علماء کے نزدیک مشترکہ سرمایہ کی صورت میں مجموعی طور پر زکوٰۃ عاید ہونی چاہئے نہ کہ ہر حصہ دار پر فرداً فرداً ۔

سوال نمبر ۲ :۔ کیا نابالغ یا مجنون پر زکوٰۃ واجب ہے ؟

جواب :۔ نابالغ اور فاترالعقل کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے جو اس کا متولی ادا کرے گا ۔

سوال نمبر ۳ :۔ اگر سال کے دوران میں مال کم ہو جائے تو زکوٰۃ کس حساب سے لی جائے ؟

جواب ۔ اگر دوران سال میں زکوٰۃ میں مال کم ہو جائے اور پھر آخر سال میں بڑھ کر بقدر نصاب ہو جائے تو اس پر اس سال کے آخر پر زکوٰۃ واجب ہوگی ۔

سوال نمبر ۴ :۔ اگر شروع سال میں مال کی مقدار اور ہو اور آخر سال پر اور ہو تو زکوٰۃ میں کونسی مقدار کا اعتبار ہوگا ؟

جواب ۔ اگر سال کے آخر میں مال میں کمی یا بیشی ہو جائے لیکن بقدر نصاب موجود ہے تو پھر آخر سال پر جس قدر مال موجود ہوگا اس کے حساب سے اس پر زکوٰۃ لگائی جائے گی ۔

سوال نمبر ۵ :۔ اگر سال کے دوران میں مال ختم ہو کر پھر دوبارہ پیدا ہو جائے تو سال کب سے شروع سمجھا جائے گا ؟

جواب ۔ اگر سال کے درمیان میں تمام مال بالکل ختم ہو جائے اور اخیر سال میں دوبارہ پیدا ہو گیا ہو تو اس تاریخ سے اس مال کا سال شروع سمجھا جائے گا جب وہ دوبارہ پیدا ہو کر نصاب کو پہنچا ہو ۔

سوال نمبر ۶ :۔ اگر مال دوران سال میں گم ہو کر پھر مل جائے تو زکوٰۃ کا سال کب سے شروع سمجھا جائے گا ؟

جواب ۔ اگر سال کے دوران میں مال چرایا جائے یا چھن جائے یا کسی اور طرح سے مالک کے قبضہ اور تصرف سے بالکل نکل جائے اور پھر دوبارہ وہی مال مل جائے تو اس کی بھی آخر سال پر زکوٰۃ واجب ہوگی ۔

سوال نمبر ۷ :۔ اگر کوئی شخص دوران سال میں اپنے مال کا کسی اور شخص کے ساتھ تبادلہ کرے تو زکوٰۃ کا سال کب سے شمار کیا جائے گا ؟

جواب ۔ اگر کوئی شخص سال کے درمیان میں اپنے زکوٰۃ والے مال کا کسی دوسرے شخص کے زکوٰۃ والے مال سے تبادلہ کرے تو دونوں شخصوں کا زکوٰۃ کا سال اس تاریخ سے سمجھا جائے گا جس تاریخ سے انہوں نے تبادلہ کیا ہے ۔

سوال نمبر ۸ :۔ کمپنی کے حصوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ کمپنی کے حصوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور حصص کی اصل قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی نہ کہ مارکیٹ کی قیمت پر ۔

(ناظر بیت المال ربوہ)

اعلان

مکرم مرزا مہتاب بیگ صاحب سیکرٹری تعاونی کمیٹی کی درخواست بر خلاف محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم میاں محمد اسمٰعیل صاحب صدیقی سابق ساکن قادیان حال شکارپور سندھ و میاں محمد اسماعیل صاحب (ضامن) کا فیصلہ یک طرفہ ۵۵ء/۱۰/۱۵ کیا گیا ہے کہ مبلغ -/۲۵۳ روپے مرزا صاحب کو ادا کر دیں ۔ اس فیصلہ کی منسوخی کے لئے ایک ماہ تک درخواست دی جا سکتی ہے چونکہ رجسٹری واپس آگئی ہے اس لئے اخبار میں اعلان کیا جاتا ہے تاکہ ۔۔۔ اطلاع ہو جائے ۔

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

(۳) موجودہ نرخ کے مطابق ساتھ کے ساتھ فروخت کر کے اس کی رقم افسر صاحب خزانہ ربوہ کی خدمت میں معطی حضرات کی اسم وار تفصیل کے ساتھ ارسال کر دی جائے (ناظر بیت المال ربوہ)

سیرۃ النبیؐ کا کامیاب جلسہ

بشیر آباد کے متصل ایک میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں سنجر چانگ ہے جو کہ جماعت احمدیہ بشیر آباد کے ساتھ ہی ملحق ہے وہاں سیرۃ النبیؐ کے جلسہ کا انتظام کیا گیا جس کے لئے تاریخ ۸ نومبر مقرر ہوئی خدام الاحمدیہ حلقہ بشیر آباد کے زیر انتظام جلسہ کے انتظامات کئے گئے ۔ مبلغین سلسلہ سید احمد علی شاہ صاحب حیدرآباد سندھ ۔ مولوی غلام احمد صاحب فرخ اور مولوی غلام حسین صاحب ایاز صاحبان تشریف لائے ۔ جلسہ ایک بجے زیر صدارت چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب خالد شروع ہوا ۔ بشیر آباد سکول کے طلباء جلوس کی صورت میں صلوٰۃ و درود اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شعر پڑھتے ہوئے جلسہ گاہ میں پہنچے ۔ اردگرد کی تمام جماعتیں شامل ہوئیں ۔

جلسہ تلاوت قرآن کریم و نظم کے ساتھ شروع ہوا ۔ پہلے جلسہ کی غرض و غایت بتائی گئی پھر سید احمد علی شاہ صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ حیدرآباد نے تقریر فرمائی جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بلند ترین مقام قرآن کریم ۔ احادیث اور واقعات کی روشنی میں بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ۔ اور حدیث معراج سے استدلال فرماتے ہوئے آپؐ کے عالی مقام کی وضاحت فرمائی ۔

مولوی غلام حسین صاحب ایاز نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور روحانی تاثیرات پر تقریر فرمائی ۔ آپ نے بتایا کہ کس طرح حضورؐ کی برکت سے عرب کے وحشی اور درندہ خصلت لوگ نہ صرف اعلیٰ اخلاق اور نیک کردار کے مالک بن گئے بلکہ دنیا کے معلم خیر اور تاج و تخت کے وارث بن گئے ۔ اور آخر میں مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ اب بھی آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کر کے دنیا میں کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں ۔

مولوی غلام احمد صاحب فرخ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور پاکیزہ اخلاق و عادات بعض واقعات کی روشنی میں بیان فرمائے ۔

بعد میں صاحب صدر نے حاضرین جلسہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور اخلاق حمیدہ کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ مسلمان آج بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ جیسے اخلاق پیدا کر کے ان کے اسوہ حسنہ پر عمل کر کے دین و دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں ۔

بعد دعا جلسہ برخواست ہوا ۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس جلسہ کو برکتوں کا موجب بنائے آمین ۔ اس علاقہ میں یہ پہلا جلسہ ہے ۔

(خاکسار فضل الدین سیکرٹری جماعت احمدیہ بشیر آباد سندھ)

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ ۵۵ء

مورخہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر (بروز پیر منگل بدھ) کو منعقد ہوگا

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ مورخہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر (بروز پیر منگل ۔ بدھ) کو بمقام مرکز سلسلہ ربوہ منعقد ہوگا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ

احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس مبارک اجتماع میں شریک ہو کر اس کی برکات سے مستفید ہوں ۔

زمیندار جماعتوں کی خدمت میں

زمیندار جماعتہائے احمدیہ کے عہدیداران کی خدمت میں گذارش :۔ اس وقت فصل خریف (کپاس ۔ مکی ۔ مونجی ۔ ماش گڑ وغیرہ) کی برداشت ہو رہی ہے ۔ لہٰذا پریذیڈنٹ صاحبان جماعتہائے احمدیہ کی خدمت میں گذارش ہے کہ اپنی اپنی جماعت کے زمیندار دوستوں سے ان کی فصل کی مختلف جنسوں کی برداشت کے مطابق چندہ بصورت جنس ہی وصول کرنے میں سیکرٹری صاحب مال کی امداد فرمائیں ۔ اور اگر ضرورت ہو تو جماعت کے دوستوں کے مشورہ سے اپنے میں سے دو یا تین دوستوں کو بطور مددگار محصل مقرر کر دیں ۔ اور جو بھی جنس وصول ہو اسے جمع نہ رکھا جائے بلکہ (۳)